OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 4, Issue 1 (January-March 2021)

حدیثِ بخاری "من عادى لى وليا" کی ثقاہت کا مسئلہ: جاوید احمد غامدی کے نقطۂ نظر کا تجزیاتی مطالعہ

(The Issue of the Authenticity of *Ḥadīth* from *Bukhārī* "*Man 'Adaī lī Waliyyan*": An Analytical Study of *Jāved Ahmad Ghāmidī's* Perspective)

Hussain Akram Mohayyodin

Student BS Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha

Dr. Mohib ul Nabi Tahir

Assistant Professor of Islamic Studies, Govt. Graduate College, Nankana Sahib

Dr. Hafiz Muhammad Abrar Awan

PhD Islamic Studies, Sheikh Zayed Islamic Centre, Punjab University, Lahore

Abstract

This paper studies the perspective of *Jāved Ahmad Ghāmidī* (b.1951), a Pakistani modernist scholar, on the issue of the authenticity of a *Ḥadīth* from *Bukhārī* "*Man 'adaī lī waliyyan*". It concludes that *Ghāmidī* has denied the referred *Ḥadīth* because of his personal inclination, as no one among the Imams has denied this *Ḥadīth*. As for the denial of *al-Dhahabī* is concerned, it is investigated that if he found it in *Musnad Ahmad*, he would not hesitate to accept it. Moreover this *Ḥadīth* is not only found in *Bukhārī* and *Musnad* but also in many other sources. It is ironic that not all the narrators of the *Ḥadiths* which *Ghāmidī* himself accepts are free from the interrogation. Furthermore, he himself has taken the *Ḥadīths* of the narrators of which Imam *al-Dhahabi* has questioned. He is rejecting the referred *Ḥadīth* on behalf of *Khalid Ibn Mukhlid*, but he himself is quoting his narration, which has even many other chains also. All these facts speak that *Ghāmidī* has set his own criteria for accepting the *Ḥadīths* which is unknown to traditional *Ḥadīth* experts.

Keywords: *Ḥadīth, "Man 'aadī lī waliyyan" Ghāmidī,* authenticity

CC BY

تمہید

اسلامی علوم و تہذیب میں تصوف کی روایت اسلام کے کسی طالب علم کے لیے اجنبی نہیں۔ اس روایت کو اہلِ اسلام میں جہاں وسیع پیمانے پر پذیرائی حاصل رہی ہے، وہاں اس پر تنقیدیں بھی تسلسل سے سامنے آتی رہی ہیں۔ اہلِ تصوف اپنے افکار و نظریات کی تائید کتاب وسنت ہی سے حاصل کرتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ جن نصوص سے استدلال کرتے ہیں، ان کے مخالف نقطۂ نظر رکھنے والے ان کی یا تو ایسی تشریحات کو دور از کار قرار دیتے ہیں یا ایسی احادیث و روایات کو ضعیف یا موضوع ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس نوعیت کی احادیث میں سے ایک حدیث بخاری کی وہ روایت ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی رکھی اس کے لیے میری طرف سے اعلان جنگ ہے، مزید یہ کہ میرا بندہ عبادات کے ذریعے میرا قرب حاصل کر لیتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اس حدیث کو جہاں اہلِ تصوف بہت اہمیت دیتے اور اپنے افکار و نظریات کی تائید کے لیے اس سے استشہاد کرتے ہیں، وہاں بعض تصوف مخالف حضرات یا ان کی ایسی تعبیرات کی تردید کرتے ہوئے مختلف نقطۂ نظر پیش کرتے ہیں یا اس روایت ہی کو ناقابلِ حجت یا موضوع قرار دے دیتے ہیں۔ عصرِ حاضر کے معروف جدت پسند سکالر جناب جاوید احمد غامدی نے بھی اپنے ایک ٹی وی پروگرام میں اس حدیث کو ناقابلِ قبول قرار دیا ہے۔ اس مضمون کا محرک ان کی یہی گفت گو ہے۔[1]

زیرِ بحث حدیث کا متن اور سند

بات کو آگے بڑھانے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ زیرِ نظر روایت کو مکمل متن اور سند کے ساتھ دیکھ لیا جائے، تاکہ سند اور متن، جس حوالے سے اس پر نقد ہو اس کا جائزہ لینا آسان ہو جائے۔ روایت کے الفاظ ہیں: حدثني محمد بن عثمان بن كرامة، حدثنا خالد بن مخلد، حدثنا سليمان بن بلال، حدثني شريك بن عبد الله بن ابي نمر، عن عطاء، عن ابي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الله قال:" من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب، وما تقرب إلي عبدي بشيء احب إلي مما افترضت عليه، وما يزال عبدي يتقرب إلي

---

[1] راقم الحروف (حسین اکرم محی الدین) کو علومِ اسلامیہ کے طالب علم کی حیثیت سے مختلف سکالرز کی تصنیفات پڑھنے اور تقریرات سننے کی تحریک اساتذہ کرام سے ملتی رہتی ہے۔ انھی سکالرز میں غامدی صاحب کے پروگرام سننے کی طرف کافی حد تک رجحان رہا ہے۔ انھوں نے اپنے ایک پروگرام "اللہ اور بندے کا تعلق" میں ذکر کردہ حدیث پر بوجہ جرح امام ذہبی اعتراض کیا اور اسے ناقابلِ حجت قرار دیا۔ ان کے اس اعتراض کو میں نے اپنے استاذ گرامی ڈاکٹر محمد شہباز منج سے ذکر کیا۔ انھوں نے غامدی صاحب کے نقطۂ نظر کو سماعت کرنے کے بعد اس روایت پر معروضی تحقیق کرنے کا جذبہ میرے اندر ابھارا، کہ ریسرچ کر کے دیکھو غامدی صاحب کا یہ موقف درست ہے یا غلط؟ یوں یہ مضمون بنیادی طور پر استاذِ گرامی ڈاکٹر شہباز منج کی اس معاملے میں دی گئی تحریک و تشویق ہی کا نتیجہ ہے، بعد میں اشاعت کے مرحلے تک پہنچتے ہوئے کئی دیگر حضرات، جیسا کہ اس مضمون کے شریک مصنفین، کا تعاون بھی اس میں شامل ہو گیا۔ لیکن ہم سب اس سلسلے میں استاذِ گرامی ہی کے شکر گزار ہیں، اس میں جو کوئی خوبی ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کرم کے بعد استاذِ گرامی سے فیض کا ثمر ہے، اور جہاں کوئی کمی خامی رہ گئی ہے اس کے ذمے دار ہم ہیں۔

بالنوافل حتى احبه، فإذا احببته كنت سمعه الذي يسمع به، وبصره الذي يبصر به، ويده التي يبطش بها، ورجله التي يمشي بها، وإن سالني لاعطينه، ولئن استعاذني لاعيذنه، وما ترددت عن شيء انا فاعله ترددي عن نفس المؤمن يكره الموت، وانااكره مساءته۔ [2]

غامدی صاحب کا نقطۂ نظر

زیرِ نظر حدیث پر جاوید احمد غامدی کے نقطۂ نظر کا جائزہ لینے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ غامدی صاحب کے جس پروگرام کے حوالے سے ہم بات کر رہے ہیں اس سے تفصیلاً جان لیا جائے کہ انھوں نے اس میں زیرِ نظر حدیث پر کیا موقف اپنایا ہے؟ اور اسے کس بنیاد پر نا قابلِ حجت قرار دیا ہے؟ اس پروگرام کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ "اللہ اور بندے کا تعلق" کے عنوان سے ایک ٹی وی پروگرام ہے، جس میں میزبان ڈاکٹر زبیر احمد جاوید احمد غامدی سے سوال کرتے ہیں کہ: "کیا اللہ اور بندے کے تعلق میں ایسا مقام آتا ہے، جہاں خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے؟" اس سوال کے جواب کے دوران میں غامدی صاحب کہتے ہیں کہ خودی کبھی اتنی بلند نہیں ہوتی کہ خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے! یہ شاعری کی باتیں ہیں انھیں شاعری ہی میں رہنے دیجیے۔ غامدی صاحب کی اس بات کو سننے کے بعد ڈاکٹر زبیر احمد کہتے ہیں کہ اس ضمن میں ایک روایت کا حوالہ دیا دیا جاتا ہے کہ اللہ اپنے خاص بندے کے لیے فرماتا ہے کہ میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، تو ان کے جواب میں غامدی صاحب کہتے ہیں: "یہ خالد بن مخلد کی روایت ہے، منکر روایت ہے، امام ذہبی نے اس پر بڑی شدید تنقید کی ہے، اور کہا ہے کہ اگر بخاری کا رعب لوگوں پر نہ ہوتا، تو یہ روایت اس قابل نہیں تھی کہ اسے یہاں درج کیا جاتا۔" [3]

غامدی صاحب کے نقطۂ نظر کا جائزہ

غامدی صاحب کا موقف ملاحظہ کرنے کے بعد اب ہم اس کا جائزہ لیتے ہیں۔ انھوں نے مذکورہ حدیث پر اپنے نقد میں جس بات کو فوکس کیا ہے، وہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی خالد بن مخلد کی ثقاہت ہے۔ سو ہم سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ خالد بن مخلد کے بارے میں اہلِ جرح و تعدیل کی کیا رائے ہے؟ کیا ان کی روایت کو وہ نا قابلِ اعتماد سمجھتے ہیں؟ نیز کیا کسی جگہ کسی ایسے روای کی حدیث، جس پر جرح ہو ہر صورت میں اور ہر جگہ قابل رد ہوتی ہے یا اس کو قبول کیا جا سکتا ہے؟

خالد بن مخلد کی ثقاہت کی بحث

خالد بن مخلد سے متعلق علماے جرح و تعدیل کے یہاں مختلف طرح کی آرا ملتی ہیں، مثلاً امام یحیی بن معین کا کہنا ہے کہ ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں۔ [4] امام ابو داؤد کے مطابق وہ صدوق ہیں، لیکن ان میں تشیع پایا جاتا ہے۔ [5] عثمان بن ابی شیبہ کے

---

[2] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، رقم الحدیث:6502۔

[3] یہ پروگرام درج ذیل لنک پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

https://www.javedahmedghamidi.org/#!/video/5e11980d5201c7f31874f715

[4] عثمان بن سعید الدارمی عن ابی زکریا یحیی بن معین فی تخریج الرواۃ وتعدیلھم، 105، رقم 301۔

[5] جمال الدین ابی الحجاج یوسف المزی، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (بیروت: موسسۃ الرسالۃ، 1987ء)، 8: 165۔

نزدیک وہ ثقہ اور صدوق ہیں۔[6] امام عجلی نے لکھا ہے کہ وہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں، اور ان میں تھوڑا تشیع پایا جاتا ہے۔[7] امام ابو حاتم کے مطابق ان کی احادیث مناکیر ہیں۔[8] امام صالح بن محمد جزرہ کا کہنا ہے کہ وہ ثقہ ہیں، البتہ ان کو غلو سے متہم کیا جاتا ہے۔[9] امام جوزجانی کا کہنا ہے کہ ان کے سوئے مذہب کی وجہ سے انھیں موردِ الزام ٹھہرایا گیا ہے۔[10] امام عدی لکھتے ہیں کہ وہ کثیر الروایت ہیں، اور میرے نزدیک ان میں کوئی حرج نہیں۔[11] ابن حبان نے خالد بن مخلد کا تذکرہ اپنی کتاب "الثقات" میں کیا ہے۔[12]

خالد بن مخلد سے دیگر روایات

روایتِ حدیث میں خالد بن مخلد کی حیثیت کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا بھی بہت اہم ہے کہ ان سے کن کن کتب میں اور کتنی روایات مروی ہیں؟ اس حوالے سے صحاح ستہ کو دیکھیں تو خالد بن مخلد سے صحیح بخاری میں 32، صحیح مسلم میں 28، سنن ترمذی میں 4، سنن نسائی میں 4 اور سنن ابن ماجہ میں 19 روایات موجود ہیں۔ یوں خالد بن مخلد سے صحیح بخاری کے علاوہ صحاح ستہ ہی میں 55 روایات درج ہیں، اور بخاری کو شامل کریں تو 87 احادیث بنتی ہیں۔ اب سوال یہ کہ غامدی صاحب کے نزدیک خالد بن مخلد سے لی گئی روایات میں سے کوئی بھی روایت قابل قبول نہیں یا امام ذہبی کی جرح کی وجہ سے صرف یہی روایت قابلِ رد ہے؟

صدوق شیعہ اور صحاح ستہ کے راوی

خالد بن مخلد کی حوالے سے اوپر کے دونوں نکات، جن میں ان سے متعلق علماے جرح و تعدیل کی آرا نقل کی گئی ہیں اور ان سے مروی صحاح ستہ کی روایات کا ذکر کیا گیا ہے، سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خالد بن مخلد صدوق شیعہ راویوں میں سے ہیں؛ ان سے نہ صرف امام بخاری بلکہ صحاح ستہ کے دیگر آئمہ نے بھی احادیث لی ہیں۔ جہاں تک اہلِ تشیع راویوں کا تعلق ہے تو ان سے بھی نہ صرف امام بخاری بلکہ صحاح ستہ کے دیگر آئمہ نے بھی روایات لی ہیں۔

ذہبی کے حوالے سے نامکمل تنقید کا ذکر

غامدی صاحب نے زیرِ بحث حدیث پر ذہبی کی جو تنقید نقل کی ہے، وہ نامکمل ہے۔ ان کی مکمل تنقید ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں یہ حدیث فقط خالد بن مخلد پر جرح کی بنیاد پر ناقابلِ حجت نہیں قرار پاتی، بلکہ اس میں یہ مسئلہ بھی دکھائی دیتا ہے کہ اس حدیث کا متن کسی دوسری سند کے ساتھ مذکور ہی نہیں؛ اسے محض صحیح بخاری میں نقل کیا گیا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں: ولم یرو هذا المتن الا بهذاالاسناد ،ولااخرجه من عدا البخاری ،ولا اظنه فی مسند احمد۔[13] "یہ متن

---

[6] احمد بن علی بن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب (حیدر آباد دکن: دارۃ المعارف النظامیۃ، 1325ھ) 3 : 118۔

[7] عسقلانی، تھذیب التھذیب، 3: 117۔

[8] عسقلانی، تھذیب التھذیب، 3: 118۔

[9] عسقلانی، تھذیب التھذیب، 3: 117۔

[10] عسقلانی، تھذیب التھذیب، 3:118، 117۔

[11] المزی، تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، 8 : 166۔

[12] ابن حبان، لثقات، 8: 224۔

[13] ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی، میزان الاعتدال (بیروت لبنان: دار المعرفۃ، ب ت) 1 : 642۔

اس سند کے علاوہ کسی سند سے مروی نہیں اور بخاری کے علاوہ یہ کہیں موجود نہیں، اور نہ میرے خیال میں یہ مسند احمد میں ہے۔" گویا ذہبی کے حوالے سے بھی صرف خالد بن مخلد پر تنقید سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اس حدیث کو اس وجہ سے ناقابلِ قبول مانتے ہیں، بلکہ ان کے نزدیک یہ حدیث اس لیے بھی قبول نہیں کہ یہ کہیں اور مروی نہیں۔ دوسرے لفظوں میں اس کے مسند احمد وغیرہ دیگر معتبر کتب میں ورود کو ثبوت ذہبی کے پاس ہو تو وہ اسے یوں نشانۂ تنقید نہیں بنائیں گے۔ اور ہمارا خیال ہے کہ غامدی صاحب بھی اگر اس پر غور کریں تو انھیں بھی اپنی رائے پر نظر ثانی کرنے میں مدد ملے گی۔

زیرِ نظر حدیث کی دیگر اسناد

ذہبی کی مذکورہ تنقید پر تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ زیرِ نظر حدیث کے بخاری کے علاوہ کہیں موجود نہ ہونے یا مسند احمد میں غیر موجود ہونے کا خیال درست نہیں، اس لیے کہ یہ روایت مسند احمد میں بھی موجود ہے اور دیگر کتب میں بھی۔ مسند احمد میں اس حدیث کو ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے: حدثنا حماد وابو المنذر، قال :حدثنا عبدالواحد مولی، عروہ، عن عروہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ ﷺ قال اللہ عزوجل من اذل لی ولیا(وفی روایتہ من اذی لی ولیا) فقد استحل محاربتی وما تقرب الی عبدی بمثل اداء الفرائض ومایزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ ان سالنی اعطیتہ وان دعانی اجبتہ ما ترددت عن شئ انا فاعلہ ترددی عن وفاتہ لانہ یکرہ الموت واکرہ مساءتہ۔[14]

اسی طرح اس حدیث کو دیگر کتب میں بھی مختلف اسناد سے نقل کیا گیا ہے۔ *معجم الاوسط* میں ہے: حدثنا ہارون بن کامل حدثنا سعید بن ابی مریم حدثنا ابراہیم بن سوید المدنی حدثنی ابو حزرہ یعقوب بن مجاہد: اخبرنی عروہ بن زبیر عن عائشہ عن رسول اللہ ﷺ، قال :"ان اللہ یقول من اہان لی ولیافقد استحل محاربتی ،وما تقرب الی عبد من عبادی بمثل اداء فرائضی ،وان عبدی لیتقرب الی باالنوافل حتی احبہ ،فاذا احببتہ کنت اعینہ التی یبصربہما، واذنیہ التی یسمع بہما، ویدہ التی یبطش بہا، ورجلیہ التی یمشی بہما، ان دعانی اجبتہ ،وان سالنی اعطیتہ ،وما ترددت عن شیء انا فاعلہ ترددی عن موتہ ،وذلک انہ یکرہ الموت وانا اکرہ مساءتہ۔[15] *حلیۃ الاولیاء* میں ہے: حدثنا قاضی ابو احمد محمد بن احمد بن ابراہیم حدثنا الحسن بن علی بن نصر، قال قراء علی ابی محمد بن المثنی، وحدثنا الحسن بن سامۃبن ابی

---

[14] امام احمد بن حنبل، مسند احمد (بیروت لبنان: موسسۃ الرسالۃ، ب ت)، 43 : 261 رقم الحدیث، 26193، امام احمد بن حنبل، مسند احمد، ترجمہ۔ مولانا محمد ظفر اقبال (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن)، 11 : 589 رقم الحدیث: 26723۔ یہاں یہ ذکر کرنا بھی خالی از دلچسپی نہ ہو گا کہ جب ہم نے اس حدیث کی مسند احمد میں موجودگی کا یک جگہ ذکر کیا تو بعض لوگوں نے کہا کہ آپ نے کتاب الذہد کو مسند احمد مان کر روایت بیان کر دی ہے۔ حالانکہ مسند احمد کے تمام نسخوں میں یہ روایت موجود ہے۔ مثال کے طور پر دیکھیے: امام احمد بن حنبل، مسند احمد (بیروت : موسسۃ الرسالۃ، ب ت)، 261:43، رقم الحدیث 26193؛ امام احمد بن حنبل، مسند احمد، ترجمہ۔ مولانا محمد ظفر اقبال (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن)، 589:11، رقم الحدیث: 74262)، وغیرہ۔

[15] ابی قاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، معجم الاوسط (قاہرہ: دار الحرمین، 1990ء)، 9 : 139، رقم الحدیث: 9352۔

کبشته ان ابا عامر العقدی حدثهما قال حدثنا عبدالواحد عن عروه عن عائشه قالت قال رسول الله ﷺویروی عن ربه عزوجل:قال من آذی لی ولیافقد استحل محاربتی۔[16]

مزید برآں اس حدیث کو ذہبی کی تنقید والے طریق سے ابن حبان نے صحیح ابن حبان[17] میں نقل کیا ہے اور اس طریق کو صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ البانی نے اسے سلسلۃ الصحیحہ[18] میں درج کیا ہے۔ المشکاۃ المصابیح[19]، صفۃ الصفوۃ[20]، سنن الکبری[21] اور کنزالعمال[22] میں بھی یہ اسی طریق سے موجود ہے۔[23]

ان تمام تر اسناد سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حدیث صرف خالد بن مخلد کے طریق سے روایت شدہ ہی نہیں، دوسرے طرق سے بھی روایت شدہ ہے۔ اور جو روایت اتنی کثیر سندوں سے اور اتنی معتبر کتب میں مروی ہو اسے بے بنیاد اور ناقابلِ حجت کیسے قرار دیا جاسکتا ہے! مزید برآں اس روایت کو اسی سند کے ساتھ بہت سے دیگر محدثین نے بھی نقل کیا ہے، تو کیا اتنے لوگوں کا اسے دیگر طرق سے نقل کرنا اور اتنے زیادہ لوگوں کا اسے اسی طریق سے درج کرنا، جس پر اعتراض کیا گیا ہے، اس کی صحت پر دلالت کرنے میں کمزور ہے؟

اس بحث سے واضح ہے کہ غامدی صاحب کی جانب سے امام ذہبی کی خالد بن مخلد پر تنقید کے سہارے اس حدیث کو ناقابلِ قبول باور کرانا کتنا سطحی استدلال ہے! اول تو کسی ایک محدث کی جرح سے کسی راوی کو جھٹ سے ناقابلِ اعتبار قرار دیناہی غلط ہے اور اس پر مستزاد یہ بھی نہ دیکھنا کہ یہ حدیث صرف خالد بن مخلد ہی کی روایت نہیں، اور لوگوں نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ ایک شخص پر بحث ہے تو دوسروں کی وہی روایت آپ کس بنیاد پر رد کر رہے ہیں!

قرآن کریم اور زیرِ نظر حدیث

---

[16] ابی نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء (بیروت: دارالفکر، 1416ھ)، 1:5۔

[17] امام ابوحاتم محمد بن حبان، صحیح ابن حبان، مترجم ابولعلاء محمد محی الدین جہانگیر (لاہور: شبیر برادرز، س ن)، 1: 490، رقم الحدیث: 347۔

[18] ناصر الدین البانی، السلسلۃ الصحیحہ، اسلام360 ایپ، ایمان، توحید، قدر اور دین کا بیان، رقم 979، باب قرب الٰہی کے حصول کے اسباب اور نتائج ولی اللہ سے عداوتیں اور اس سے دشمنی کرنے والے کا انجام بد، اللہ تعالی کی صفت تردد کرنے کا بیان، رقم الحدیث: 137، الصحیحہ للالبانی، رقم الحدیث: 1640۔

[19] الخطیب التبریزی رقم الحدیث: 2266، اسلام360 ایپ۔

[20] ابوالفرج ابن جوزی، صفۃ الصفوۃ، باب ذکر فصل الاولیاء والصالحین، 7۔

[21] ابی بکر احمد بن الحسین بن علی البیھقی، سنن الکبری (بیروت: دار لکتب العلمیہ، ب، ت)، کتاب صلاۃ الاستسقاء باب الخروج من المظالم والتقرب الی اللہ تعالی بالصدقۃ ونوافل الخیر رجاء الاجابۃ، 3 : 482، رقم الحدیث: 6395۔

[22] علامہ علاؤالدین علی المتقی، کنزالعمال، رقم الحدیث: 21327۔

[23] یہ بھی خیال کیا گیا ہے کہ بخاری میں موجود زیرِ بحث روایت کا متن ایک اسی سند سے مروی ہے، اس خیال کی حقیقت ان دیگر طرق سے مبرہن ہے جو ہم نے اس حدیث کے حوالے ان سطور میں پیش کیے ہیں۔ ہم نے تفصیل سے واضح کر دیا ہے کہ یہ دیگر طرق کے علاوہ اسی سند اور متن سے ابن حبان، کنزالعمال اور سنن الکبری وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ پھر مذکورہ خیال اس لیے بھی بنیاد ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ بخاری میں موجود روایت کا متن ایک ہی سند سے ہو، کیونکہ یہ بات بخاری کی قبولِ حدیث کی شرط پر ہی پوری نہیں اترتی۔

کسی حدیث پر نقد کے حوالے سے محدثین کے نزدیک یہ دیکھنا بھی اپنی جگہ نہایت اہمیت رکھتا ہے کہ اس کے متن کی تایید قرآن کریم سے ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر قرآن کی نصوص اور اس کی تعلیمات سے اس کی تایید ہوتی ہو، تو یہ چیز بھی متعلقہ حدیث میں قوت پیدا کرنے کی ایک قوی بنیاد ہے۔ زیرِ نظر حدیث کے حوالے سے دیکھیں تو اس کے متن کی تایید قرآن کی متعدد آیات سے ہوتی ہے۔ ذیل میں اس سلسلے میں چند آیات پیش کی جاتی ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ-يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ-فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ-وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔[24]

وہ جو تمھاری بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے، تو جس نے عہد توڑا، اس نے اپنے برے کو عہد توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا، تو بہت جلد اللہ اُسے بڑا ثواب دے گا۔

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ-وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔[25]

اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو لائق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے، تو انھیں اپنے کام میں اختیار باقی رہے، اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہ ہوا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔[26]

بے شک جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرمادی ہے، اور اللہ نے ان کے لیے رسوا کر دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۖ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔[27]

سو تم نے انھیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انھیں قتل کیا، اور تو نے مٹی نہیں پھینکی، جب کہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی، اور تاکہ ایمان والوں پر اپنی طرف سے خوب احسان کرے، بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

ان آیات سے واضح ہے کہ اللہ تعالی رسول اللہ ﷺ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دے رہا ہے؛ رسول اللہ ﷺ کی رضا کو اپنی رضا کہہ رہا ہے؛ رسول اللہ ﷺ کی ایذا کو اپنی ایذا بتا رہا ہے، رسول اللہ ﷺ کے قتال اور کنکریاں پھینکنے کے فعل کو اپنے فعل سے تعبیر کر رہا ہے۔ ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا درجہ بندگان خدا کے درجات کے مقابلے میں

---

[24] الفتح 48:10۔

[25] الاحزاب 33:36۔

[26] الاحزاب 33:57۔

[27] الانفال 8: 17۔

اپنی منتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ بالکل اسی طرح اس حدیث میں بھی ذکر ہے کہ جس نے میرے ولی کو ایذا دی اس نے گویا مجھے ایذا دی؛ نیز یہ کہ میرے ولی کا سننا میرا سننا، اس کا پکڑنا میرا پکڑنا اور اس کا کوئی فعل میرا فعل ہے۔ یوں یہ اور اس نوعیت کی دیگر قرآنی آیات زیرِ بحث حدیث کے متن اور مضمون کی صحت پر دلالت کرتی ہیں۔

زیرِ نظر حدیث اور دیگر صحیح احادیث

کسی حدیث کے متن کی ثقاہت سے متعلق یقین پیدا کرنے میں اس کے متن و مضمون کی دیگر احادیث سے تایید بھی بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ زیرِ بحث حدیث کے متن کی تایید بھی متعدد دیگر احادیث سے ہوتی ہے۔ چند احادیث دیکھیے:

حدثني محمد بن حاتم بن ميمون ، حدثنا بهز ، حدثنا حماد بن سلمة ، عن ثابت ، عن ابي رافع ، عن ابي هريرة ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " إن الله عز وجل يقول يوم القيامة: يا ابن آدم، مرضت فلم تعدني، قال يا رب: كيف اعودك وانت رب العالمين؟ قال: اما علمت ان عبدي فلانا مرض فلم تعده؟ اما علمت انك لو عدته لوجدتني عنده؟ يا ابن آدم، استطعمتك فلم تطعمني، قال يا رب: وكيف اطعمك وانت رب العالمين؟ قال: اما علمت انه استطعمك عبدي فلان؟ فلم تطعمه، اما علمت انك لو اطعمته لوجدت ذلك عندي؟ يا ابن آدم، استسقيتك فلم تسقني، قال يا رب: كيف اسقيك وانت رب العالمين؟ قال: استسقاك عبدي فلان، فلم تسقه، اما إنك لو سقيته وجدت ذلك عندي۔[28]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: "اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو نے میری خبر نہ لی!" وہ کہے گا: اے پروردگار! میں تیری کیوں کر خبر لیتا تو تو سارے جہاں مالک ہے۔ پروردگار فرمائے گا: "تجھ کو معلوم نہیں میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا تو نے اس کی خبر نہ لی! اگر تو اس کی خبر لیتا، تو مجھے اس کے نزدیک پاتا! اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا، تو نے مجھ کو کھانا نہ دیا؟" وہ کہے گا: اے رب! میں تجھ کو کیسے کھلاتا، تو تو سارے جہاں کا مالک ہے۔ پروردگار فرمائے گا: "کیا تو نہیں جانتا میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے اس کو نہ کھلایا، اگر تو اس کو کھلاتا تو اس کا ثواب میرے پاس پاتا! اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی مانگا، تو نے مجھ کو پانی نہ پلایا۔" بندہ بولے گا: میں تجھے کیوں کر پلاتا تو تو سارے جہاں کا مالک ہے۔ پروردگار فرمائے گا: "میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تو نے اس کو نہیں پلایا اگر پلاتا تو اس کا بدلہ میرے پاس پاتا۔"

اس حدیث سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کس بھی بندے کی عیادت، پیاس، بھوک وغیرہ کو اپنی طرف منسوب کر رہا ہے، یعنی بندے کی پیاس، بھوک، عیادت گویا اللہ کی پیاس، بھوک اور عیادت ہے۔ لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں لیا جا سکتا ہے کہ وہ

[28] ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل عیادت المریض، رقم الحدیث: 6556۔

شخص جس کی بیمار پرسی، بھوک و پیاس وغیرہ یا کوئی ضرورت پوری کی جارہی ہے، وہ خدا بن گیا ہے، بالکل یہی معنی زیرِ بحث حدیث کے ہیں کہ جو شخص نوافل ادا کرتا ہے، وہ اللہ کا تقرب حاصل کرلیتا ہے اور اللہ اس کے ہاتھ، پاؤں اور دل وغیرہ بن جاتا ہے، تو اس کا یہ مطلب ہرگز یہ نہیں کہ خدا اس کے اندر معاذاللہ حلول کر گیا ہے، بلکہ اس مقرب شخص کے تمام تر امور منشائے خداوندی کے مطابق ہوتے ہیں، اس کا چلنا پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا و منشا کے مطابق ہوتا ہے:

حدثنا محمد بن اسماعیل ،حدثنا احمد ابن ابی الطیب ،حدثنا مصعب بن سلام ،عن عمرو بن قیس ،عن عطیة،عن ابی سعید الخدری،قال:قال رسول الله ﷺ :اتقو فراست المومن فانه ینظر بنور الله۔[29]

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کی فراست سے ڈرو، کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

اس حدیث میں بندے کی بصارت کو اللہ کے نور سے متعلق کیا گیا ہے، یوں یہ حدیث بھی زیرِ بحث حدیث کی تائید کرتی ہے، یعنی اسی طرح یہ کہنا ہرگز غلط نہ ہوگا کہ اللہ اپنے مقرب بندے کے ہاتھ بن جاتا ہے، جس سے وہ پکڑتا ہے، پاؤں بن جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے، وغیرہ۔ اسی طرح احادیث میں بندوں کے شکر کو اللہ تعالیٰ کا شکر قرار دیا جانا[30] اور اسی نوعیت کی دیگر بہت سی احادیث کے مضامین و متون سے بھی زیرِ نظر حدیث کے مضمون اور متن کی تائید ہوتی ہے۔

مذکورہ حدیث کے الفاظ سے ہونے والا وہم اور علما کی توجیہات

اس حدیث کے متن پر جو بڑا اعتراض وارد کیا گیا ہے، جیسا کہ غامدی صاحب کے اعتراض سے بھی واضح ہے، کہ اس میں گویا بندے کو اتنا بلند دکھایا گیا ہے کہ وہ خدا کے مرتبے پر فائز ہو رہا ہے؛ بندہ جو چاہے اللہ بھی وہی کر دیتا ہے۔ غامدی صاحب نے اس ضمن میں اقبال کے شعر: خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے، خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے؟ کے حوالے سے کہا ہے کہ اس کو شاعری میں ہی رہنے دیں، ورنہ بندے کی خودی کبھی اتنی بلند نہیں ہوتی کہ خدا اس سے اس کی رضا پوچھے! لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ خیال محض زبان و بیان کی حقیقت کو نہ سمجھنے یا نظر انداز کر دینے کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس خیال میں کتنی سطحیت ہے! اس پر زبان و بیان کے حوالے مختلف حوالوں سے بحث ہو سکتی ہے، لیکن ہم یہاں چند علما و محققین کی آرا نقل کرتے ہیں، جن سے اندازہ ہو گا کہ اس حدیث میں کو کسی نوعیت کے شرک پر محمول کرنا کتنا بے بنیاد ہے!

علامہ ابن حجر عسقلانی نے زیرِ نظر حدیث میں مختلف اعضا کو اللہ سے متعلق قرار دینے کی توجیہ کرتے ہوئے لکھا ہے: احدها انه ورد علی سبیل التمثیل ،والمعنی کنت سمعه وبصره فی ایثاره امری ،فهو یحب طاعتی ویؤثر خدمتی کما یحب هذه الجوارح،ثانیهاان المعنی کلیته مشغولة بی فلا یصغی بسمعه الا الی ما یرضینی،ولا یرا ببصره الا ما امرته به، ثالثها المعنی اجعل له مقاصده کانه ینالها بسمعه وبصره الخ ۔ رابعها کنت له

[29] ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی، جامع الترمذی، کتاب تفسیر قرآن، باب سورۃ الحجر سے بعض آیات کی تفسیر، رقم الحدیث: 3127۔

[30] ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی، جامع الترمذی، کتاب البر والصلة عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی الشکر لمن احسن الیک، رقم الحدیث: 1955۔

فی النصرة کسمعه وبصره ویده ورجله فی المعاونة علی عدوه۔۔[31] "اول یہ کہ یہ بہ طورِ تمثیل وار د ہوا ہے، اور اس کے معنی یہ ہیں کہ میرے حکم کو اختیار کرنے کے معاملے میں میں اس کا کان اور آنکھ بن جاتا ہوں، سو وہ میری بندگی چاہتا ہے اور میری خدمت کو اختیار کرتا ہے، جیسا کہ ان جوارح کو چاہتا ہے، دوسرے اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کل اعضا سے میرے ساتھ مشغول ہوتا ہے، سو وہ اپنے کان سے وہی سنتا ہے، جس سے میں راضی ہوں، اپنی آنکھ سے وہی دیکھتا ہے جس کا میں نے حکم دیا ہے، تیسرے معنی یہ ہیں کہ میں اس کے لیے وہ مقاصد ٹھہراتا ہوں کہ گویا وہ ان کو اپنے کان اور آنکھ کے ذریعے پہنچتا ہے، چوتھے یہ کہ میں دشمن کے مقابلے میں اس کی نصرت میں اس کی آنکھ اور کان اور ہاتھ اور پاؤں کی مانند ہوتا ہوں۔۔۔"[32] بعد ازاں طوفی کا قول نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: وقال الطوفی اتفق العلماء ممن یعتد بقوله ان هذا مجاز وکنایة عن نصرة العبد وتاییده واعانه ،حتی کانه سبحانه ینزل نفسه من عبده منزلة الآلات التی یستعین بها ولهذا وقع فی روایة ،فی یسمع وبی یبصر،بی یبطش وبی یمشی۔[33] "طوفی نے کہا کہ علما کا اتفاق ہے کہ یہ بندے کی نصرت اور اعانت سے مجاز اور کنایہ ہے، یہاں تک کہ گویا اللہ سبحانہ اپنے آپ کو بندے میں بمنزلہ آلات اتارتا ہے، جن سے وہ مدد لیتا ہے، اور اسی لیے ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ وہ میری مدد سے سنتا، میری مدد سے دیکھتا، میری سے پکڑتا اور میری مدد سے چلتا ہے۔[34]

حافظ ابن کثیر نے سورۃ النحل آیت 77 کے ضمن میں مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب مومن اخلاص اور اطاعت میں کامل ہو جاتا ہے، تو اس کے تمام افعال محض اللہ کے لیے ہو جاتے ہیں، وہ اللہ کے لیے سنتا اور اللہ کے لیے دیکھتا ہے۔ یعنی اللہ کے لیے شریعت کی باتیں سنتا ہے، شرع نے جن چیزوں کا دیکھنا جائز کیا ہے، انھی کو دیکھتا ہے۔ اسی طرح اس کا ہاتھ بڑھانا، پاؤں چلانا بھی اللہ کی رضامندی کے کاموں کے لیے ہی ہوتا ہے۔ اللہ پر اس کا بھروسہ ہوتا ہے، اسی سے مدد چاہتا ہے، اس کے تمام کام اللہ تعالی کی رضاجوئی کے لیے ہی ہوتے ہیں۔[35]

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے سورہ یونس آیت 62 کے ضمن میں ذکر کیا ہے کہ بندے کو اللہ تعالی سے دو طرح کا قرب حاصل ہے: ایک عام اور ایک خاص۔ پھر مذکورہ حدیث میں جس قرب کا ذکر موجود ہے اس کو قرب خاص سے تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ قرب بندوں میں سے مقربین وخواص کو حاصل ہوتا ہے۔ اس کو قربِ محبت کہتے ہیں۔ اس قرب کو کشف کی نظر کے ساتھ قربِ جسمانی کی صورت کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔ اس قربِ محبت اور پہلے قرب میں صرف اور صرف لفظی اشتراک

[31] احمد بن علی بن حجر عسقلانی، فتح الباری (لاہور: مکتبہ السلفیہ، سن ن)، 11: 344۔ اس حدیث کے ضم میں ابن حجر کے حوالے یہ بھی کہا گیا ہے کہ انھوں نے اس کے علاوہ باقی طرق کو ضعیف کہا ہے، لیکن یہ کہنے والے اس پر غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ ابن حجر نے اس طریق کو صحیح مانا ہے۔ تو یہ بات کتنی عجیب ہے کہ ایک آدمی ابن حجر ہی کی تنقید سے دیگر طرق کو ضعیف مان لے، لیکن انھی کے اس طریق کو صحیح کہنے سے اسے صحیح تسلیم نہ کرے۔

[32] علامہ ابو الحسن سیالکوٹی، فیض الباری ترجمہ فتح الباری (لاہور: مکتبہ اصحاب الحدیث، 2009ء)، 26: 494۔

[33] عسقلانیؒ، فتح الباری، 11: 344۔

[34] سیالکوٹی، فیض الباری، 26: 495، 494۔

[35] حافظ عماد الدین ابو الفداء اسمعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی، تفسیر ابن کثیر، مترجم مولانا محمد جونا گڑھی (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2009ء)، 3: 163، 162

ہے۔ پھر اس قرب محبت کے بے شمار درجات و مراتب ہیں، جیسا کہ حدیث قدسی کے الفاظ اس کے شاہد ہیں: لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببته فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصربه۔ [36] مزید لکھا ہے کہ ولی وہ ہوتا ہے جس کا دل صبح و شام ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوتا ہے، اور ذکر الٰہی سے اکتاتا نہیں۔ نیز اس کا دل محبتِ الٰہی سے لبریز ہوتا ہے، کسی غیر کی وہاں گنجایش ہی نہیں ہوتی، اگرچہ وہ اس کے آباؤ اجداد ہوں، اولاد و ابنا یا بھائی ہوں، یا خاندان کے افراد، کسی کی محبت، محبت الٰہی پر غالب نہیں ہوتی، وہ کسی سے محبت کرتا ہے، تو اللہ کے لیے، کسی سے بغض رکھتا ہے تو اللہ کے لیے، وہ کسی کو عطا کرتا ہے، تو اللہ کے لیے، وہ کسی کو عطا نہیں کرتا تو وہ بھی اللہ کے لیے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو صرف اور صرف اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ بلند مرتبہ صوفیہ اس مرتبے کو فنائے قلب کا نام دیتے ہیں۔ پس جس کا ظاہر و باطن تقوی و پرہیز گاری سے مزین و آراستہ ہو، یعنی اپنے آپ کو تمام برے اخلاق و اعمال سے بچائے اور اس کا نفس ہر رذیل و گھٹیا خصلت مثلاً شرک جلی، شرک خفی اور شرک اخفی، حسد و کینہ، تکبر و لالچ وغیرہ سے پاک و صاف ہو، اور محاسن اخلاق و اعمال سے متصف ہو تو صوفیہ کرام اس مرتبے اور مقام کو فنائے نفس سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا شیطان مسلمان ہو گیا۔ [37]

مولانا شفیع عثمانی سورہ یونس آیت 62 کے ضمن میں مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کی کوئی حرکت و سکون اور کوئی کام میری رضا کے خلاف نہیں ہوتا۔ وہ جس سے محبت کرتا ہے، اللہ کے لیے کرتا ہے، جس سے نفرت کرتا ہے، اللہ کے لیے کرتا ہے، اس کے حب و بغض اور محبت و عداوت میں اپنی ذات کا کوئی حصہ نہیں ہوتا، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا ظاہر و باطن اللہ تعالی کی رضاجوئی میں مشغول رہتا ہے، اور وہ ہر ایسی چیز سے پرہیز کرتا ہے، جو اللہ تعالی کو ناپسند ہو، اس حالت کی علامت ہے کثرت ذکر اور دوام اطاعت، یعنی اللہ تعالی کو کثرت سے یاد کرنا اور ہمیشہ ہر حال میں اس کے احکام کی اطاعت کرنا، یہ دو وصف جس شخص میں موجود ہوں، وہ ولی اللہ کہلاتا ہے۔ [38]

الزامی بحث

زیر نظر حدیث کے حوالے سے غامدی صاحب کے نقد پر بحث کو نتیجہ خیز بنانے کے لیے اس ضمن میں یہ الزامی بحث بھی مفید رہے گی کہ ذہبی کی بحث والی دیگر احادیث کے بارے میں خود غامدی صاحب کا رویہ کیا ہے؟ کیا انھوں نے محض ذہبی کی تنقید کی بنا پر دیگر احادیث بھی ترک کی ہیں یا صرف اسی حدیث کے ضمن میں ہی ان کی تنقید قبول کی ہے؟ اس حوالے سے غامدی صاحب کی تحریرات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری و مسلم کے ایسے متعدد رجال جن پر کسی نہ کسی محدث نے جرح کی ہے، ان کی احادیث غامدی صاحب نے اپنے مواقف کی تایید میں قبول کی ہیں۔ ہم یہاں چند ان روایات کا تذکرہ کرتے ہیں، جن کے راویوں پر امام ذہبی نے کلام کیا ہے، اور غامدی صاحب نے انھیں قبول کیا ہے:

بخاری کے راویوں میں ایک عبد اللہ بن یوسف ہیں، بخاری کے حاشیے میں ان کو تینیسی بتایا گیا ہے، جو کہ بخاری کے اساتذہ میں سے ہیں اور ثقہ ہیں، لیکن لیث ابن سعد سے راویت کرنے والے جو عبد اللہ ابن یوسف ہیں ان پر امام ذہبی نے کلام کیا ہے، اور

---

[36] قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، تفسیر مظہری، ترجمہ۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری (لاہور: مکتبہ ضیاء القرآن، 2002ء)، 5: 52۔

[37] پانی پتی، تفسیر مظہری، 5:53۔

[38] مفتی شفیع عثمانی، معارف القرآن (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2008ء)، 4: 548-549۔

کہا ہے کہ ان کا اصل نام عبد اللہ بن سلیمان بن یوسف ہے، یہ راوی لائق اعتماد نہیں: عبداللہ بن یوسف عن اللیث ،فهذا هو عبدالله بن سليمان بن يوسف ليس بمعتمد۔[39] غامدی صاحب نے صحیح بخاری سے تین روایات: پہلی روایت: بنو حنیفہ کے سرداروں میں سے ایک سردار ثمامہ بن اثال کے ایمان لانے کا واقعہ، جس میں رسول اللہ ﷺ کا حسن اخلاق نمایاں ہے، دوسری روایت: نبی اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اے مسلمان عورتو! تم میں سے کوئی عورت اپنی کسی پڑوسن کے لیے کسی بھی چیز کو ہدیہ دینے کے لیے حقیر نہ سمجھے، خواہ بکری کا پایا ہی کیوں نہ ہو، تیسری روایت: پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک، مہمان نوازی اور اخلاقیات سے متعلقہ ہے۔[40] غامدی صاحب نے یہ احادیث عبد اللہ بن یوسف عن اللیث ابن سعد ہی سے اپنی کتاب میزان[41] میں درج کی ہیں۔

سنن ابن ماجہ کے رجال میں سے یحیی بن عثمان بن صالح المصری کے بارے میں امام ذہبی نے ابن ابی حاتم کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ان پر محدثین نے کلام کیا ہے: قال ابن ابی حاتم :كتبت عنه ،وقد تكلموا فيه۔[42] ان سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو مستعار یعنی مانگے ہوئے بکرے کے بارے میں نہ بتاؤں؟ لوگوں نے عرض کیا !ضرور بتایے، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ حلالہ کرنے والا ہے، اللہ نے حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں پر لعنت کی ہے۔[43] اس حدیث کو بھی غامدی صاحب نے اپنی کتاب میزان[44] میں درج کیا ہے۔

محمد بن کثیر بخاری کے رجال میں سے ہیں اور ان کو صدوق کہا گیا ہے، لیکن یحیی بن معین کا قول بھی امام ذہبی نے نقل کیا ہے کہ یہ روای ثقہ نہیں ہیں: قال لنا ابن معين:لا تكتبوا عنه؛ لم يكن بالثقة۔[45] محمد بن کثیر کی ایک راویت صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی کام کا بدلہ دینا صلہ رحمی نہیں ہے، بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ نہ کیا جارہا ہو تب بھی وہ صلہ رحمی کرے۔[46] ان سے ایک اور روایت سنن ابی داؤد میں ہے کہ محمد بن حنیفہ نے کہا میں اور میرے والد انصار میں سے اپنے ایک سسرالی رشتے دار کے پاس اس کی بیمار پرسی کے لیے گئے، تو نماز کا وقت ہو گیا، تو اس نے اپنے گھر کی کسی لڑکی سے کہا: اے لڑکی! میرے لیے وضو کا پانی لے آ تاکہ میں نماز پڑھ کر راحت پالوں،

---

[39] ذہبی، میزان الاعتدال، 2: 528۔

[40] البخاری، صحیح البخاری، رقم الحدیث، 4372، 6017، 6019۔

[41] جاوید احمد غامدی، میزان (لاہور: ٹوپیکل پرنٹنگ پریس 2018ء)، 607، 223، 222۔

[42] ذہبی، میزان الاعتدال، 4: 396۔

[43] ابن ماجہ، السنن، رقم الحدیث، 1936۔

[44] غامدی، میزان، 452۔

[45] ذہبی، میزان الاعتدال، 4: 18۔

[46] البخاری، صحیح البخاری، رقم الحدیث، 5991۔

تو اس پر ہم نے ان کی نکیر کی تو انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: اے بلال اٹھو اور ہمیں نماز سے آرام پہنچاؤ۔ [47] یہ روایتیں بھی غامدی صاحب نے اپنی کتاب میزان [48] میں درج کی ہیں۔

ان روایات کی ثقاہت سے انکار نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اگر غامدی صاحب ذہبی کی جرح کا سہارا لے کر زیرِ بحث روایت کا انکار کر رہے ہیں، تو مذکورہ روایات کو کیوں قبول کر رہے ہیں، جن کے راویوں پر نہ صرف دیگر محدثین بلکہ خود امام ذہبی ہی کی جرح موجود ہے!

اگر ان روایات کے مضامین پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ رویات اخلاقیات سے متعلق ہیں، اور غامدی صاحب کا مزاج بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف وہی روایات قبول کرتے ہیں، جن کا تعلق عبادات و اخلاقیات سے ہو، لیکن اگر زیر نظر روایت کے متن پر ذرا غور کیا جائے تو یہ باقی روایات سے زیادہ اخلاقیات سے متعلق نظر آتی ہے، گویا انسان کو بلاواسطہ سراپا خیر بننے کی تلقین اور تمام طرح کے گناہوں اور برائیوں سے منزہ ہونے کی ترغیب دلائی جا رہی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا اعلی اخلاقیات ہو سکتی ہیں۔ تو اگر اخلاق و کردار پر ابھارنے والی احادیث ہی قبول کرنی ہیں تو زیرِ بحث حدیث ان کے اس پیمانے پر دیگر احادیث کے مقابلے میں کسی طرح کم اہمیت کی حامل قرار نہیں پاتی، مگر غامدی صاحب ہیں کہ دیگر کو قبول کر رہے اور اس پر سخت نالاں ہیں۔

خالد بن مخلد کی میزان میں درج روایت

اب آتے ہیں اس نکتے کی طرف کہ زیرِ بحث حدیث کو خالد بن مخلد کے وجہ سے ناقابلِ اعتبار باور کرانے والے غامدی صاحب نے دیگر مواقع پر بھی اس راوی کی حدیث کو اس بنیاد پر ترک کیا ہے؟ یا محض اس حدیث کے مضمون سے چڑ کر ہی اسے نشانے پر رکھ لیا ہے؟ بخاری کی حدیث ہے: حدثنا خالد بن مخلد، حدثنا سليمان، قال: حدثني عمرو بن ابی عمرو، قال: سمعت انس بن مالك، قال: كان النبی ﷺ، يقول: اللهم انی اعوذبک من الهم، والحزن، والعجز، والكسل، والجبن، والبخل، وضلع الدين، وغلبة الرجال۔ [49] اب دیکھیے اس حدیث کے راوی بھی خالد بن مخلد ہیں، اور اسی راوی کی سند سے اسے غامدی صاحب نے میزان میں درج کیا ہے۔ [50] حالانکہ یہ حدیث صحیح بخاری میں خالد بن مخلد کی سند کے علاوہ بھی متعدد طرق سے موجود ہے، اور صحاح ستہ میں بھی اس روایت کے بہت سے طرق موجود ہیں۔

ہمیں اس روایت کی سند و متن پر کسی قسم کی بحث نہیں اور نہ ہی اس کی ثقاہت کے متعلق کوئی شبہ ہے، بس سوال یہ ہے کہ یہی روایت متعدد طرق سے موجود ہونے کے باوجود غامدی صاحب نے خالد بن مخلد کے طریق کو ترجیح دی ہے، مگر دوسری طرف زیر بحث حدیث کو خالد بن مخلد ہی کی وجہ سے رد کر رہے ہیں۔ فیاللعجب!

تشیع سے عدم اعتماد کی بحث اور دیگر اسناد سے ثقاہت

---

[47] ابی داؤ، السنن، رقم الحدیث، 4986۔

[48] غامدی، میزان، 316، 278۔

[49] البخاری، صحیح البخاری، رقم الحدیث: 6369۔

[50] غامدی، میزان، 261۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، کسی راوی سے متعلق محدثین کا یہ بیان کہ اس میں تشیع پایا جاتا ہے، اس بات کو ہر گز مستلزم نہیں کہ اس کی روایات قابلِ قبول نہیں، اس لیے کہ اہلِ سنت کے یہاں بہت سے ایسے راوی پائے جاتے ہیں، جن کے بارے میں محدثین نے کہا ہے کہ ان میں تشیع پایا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ ادوار کے اہلِ تحقیق کے نزدیک تشیع کا مفہوم ہر گز وہ نہیں تھا، جو آج کل لیا جاتا ہے۔ اس زمانے میں کسی شخص کے اہلِ بیت کی طرف قدرے زیادہ رجحان کو بھی تشیع شمار کیا جاتا تھا۔ بنابریں کسی میں تشیع کا پایا جانا ان کے نزدیک اس کے ناقابلِ قبول ہونے کو مستلزم نہیں ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ سنت کے یہاں ایسے بہت سے راویوں کی احادیث قبول کی جاتی ہیں۔ اسی طرح خالد بن مخلد کی تعدیل میں بھی محدثین کی آرا نقل کی گئی ہیں، جن کا ذکر اوپر گزرا، نیز ان سے لی گئی روایات کی کثیر تعداد کا بھی ذکر کیا جا چکا ہے۔ پھر بھی اگر تشیع کی بنیاد پر ان کی روایات قبول کرنے میں تردد ہو تو دوسری اسناد جن میں خالد بن مخلد نہیں ہیں، کو کیسے رد کیا جا سکتا ہے؟ مزید برآں یہ بات اپنی جگہ بہت اہم ہے کہ اگر خالد بن مخلد تشیع کے سبب غیر ثقہ قرار پاتے ہیں، تو صحاح ستہ کے شیوخ کی کثیر تعداد جو اہل تشیع ہیں ان کے بارے کیا حکم ہو گا؟ کیا ان سب کی احادیث بھی رد کی جائیں گی؟

خلاصہ بحث

اس بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ غامدی صاحب اپنے مزاج کے مطابق احادیث کو قبول و رد کرنے کا رجحان رکھتے ہیں۔ جہاں تک ان کے اکثر پروگرامز میں یہ سننے کو ملتا ہے کہ احادیث کو قرآن کے فریم ورک میں رکھ کر دیکھنا چاہیے، تو یہ رویہ وہ صرف اپنے مزاج سے مطابقت رکھنے والی احادیث کے معاملے میں اپناتے دکھائی ہیں، ورنہ وہ زیرِ نظر حدیث کو بھی قرآن کے فریم ورک میں رکھ کر دیکھتے! اس صورت میں دیگر احادیث کی طرح انھیں اس کی بھی قرآن سے مطابقت میں کوئی شبہ نہ رہتا، مگر اس معاملے میں وہ واضح چشم پوشی کا رویہ اپنائے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انھوں نے اپنے ذاتی میلان کی وجہ سے اس حدیث کا انکار کیا، حالانکہ آئمۂ سلف میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ امام ذہبی کے اس حدیث کو منکر کہنے کا جواب تفصیل سے ذکر کیا گیا کہ ، انھیں اگر مسند احمد سے یہ روایت ملتی تو قبول کرنے میں تامل نہ کرتے۔ پھر یہ حدیث صرف بخاری اور مسند احمد ہی میں نہیں بہت سی دیگر کتب میں اس کے علاوہ دیگر طرق سے بھی موجود ہے۔ ستم ظریفی ہے کہ غامدی صاحب خود جن احادیث کو قبول کرتے ہیں ان کے بھی تمام تر راوی محدثین کی جرح سے مبرا نہیں؛ بلکہ انھوں نے خود وہ احادیث بھی لی ہیں جن کے راویوں پر امام ذہبی نے کلام کیا ہے۔ حدیث" من عادی لی ولیا" کا وہ خالد بن مخلد کی وجہ سے انکار کر رہے ہیں، لیکن خود اسی کی وہ روایت نقل کر رہے ہیں، جس کے بے شمار دیگر طرق بھی موجود ہیں۔ ان سب حقائق سے اس بات کی واضح تصدیق ہو رہی ہے کہ انھوں نے احادیث کے رد و قبول کا اپنا ہی معیار بنایا ہوا ہے، جو آئمۂ حدیث کے لیے اجنبی ہے۔